|  |  |
| --- | --- |
| 7b9636e4-6e41-4740-9d33-943a8f979b93 | Al-Mahdi Research JournalVol. 03, No. 02 (July-Dec 2022) *ISSN (p): 2789-4142 ISSN (e):2789-4150* |

**"ابوبکر ابن فورک شافعی اشعری"حیات و خدمات کے تناظر میں ایک جائزہ**

**Abu Bakar Ibn e Fork Ash-Ari**

 **(An analytical study in the Perspective of his Life and Services)**

**Dr. Zubair Tayyab[[1]](#footnote-1)**

**Abstract:**

This paper seeks to analyze the life and services of Abu Bakr Ibn e Fork Shafi'Ash'ari, a famous scholar. The aim of the research is to understand the impact of his works on the Islamic world and his contribution to the body of knowledge. The research questions that will be addressed are: What were the main contributions of Abu Bakr Ibn e Fork Shafi'Ash'ari to Islamic scholarship? How did his works influence the development of Islamic thought? What is the significance of his works in the present-day? Abu Bakr Ibn e Fork Shafi'Ash'ari was a prominent Islamic scholar, theologian, and jurist who lived in the tenth century. He is best known for his works on Islamic jurisprudence, theology, and philosophy. He is also credited with introducing the Ash'ari school of thought, which has had a significant influence on Islamic thought and scholarship. His works have been widely studied and discussed by Islamic scholars throughout the centuries. The research will explore the impact of Abu Bakr Ibn e Fork Shafi'Ash'ari's works on Islamic scholarship and thought. It will also examine the significance of his works in the present-day and their contribution to the body of knowledge. The research will provide an in-depth analysis of his works and their influence on Islamic scholarship. It will also provide insight into the impact of his works on the development of Islamic thought. The research will provide an invaluable contribution to the body of knowledge on Islamic scholarship and thought. It will provide a comprehensive analysis of Abu Bakr Ibn e Fork Shafi'Ash'ari's works and their impact on Islamic scholarship. The research will also provide insight into the significance of his works in the present-day and their contribution to the body of knowledge.

**Key Words**: life, services, Faqih, Poetry, Scholar

**تمہید**

بلاشبہ ایمان قبول کرلینے کے بعد سب سے اہم چیز"علم دین "ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ایمان میں مطلوب ومقصود ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے ایمان میں کمال آتا ہےاور جن پر دین کی اشاعت و حفاظت کا مدار ہے، وہ چیزیں دین کے علم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب الایمان کے فورا بعد علم سے متعلق احادیث کو جمع فرمایا ہے اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے "صاحب مشکوٰة" علامہ بغوی نے بھی اپنی تالیف "مشکوٰۃ"شریف میں کتاب الایمان کے بعد "کتاب العلم "کو جگہ دی ہے۔چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک علم دین بہت ہی افضل شیٴ ہے لہٰذا "صاحب علم" کا بھی مخصوص ترین مقام ہے قرآن پاک میں باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ایک غیر عالم آدمی خواہ کتنے ہی بڑے منصب پر فائز ہوجائے کتنی ہی زیادہ عبادت و ریاضت کرلےلیکن وہ صاحب علم کے مقام کو پالے یہ ناممکن اور محال بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم دین کی عزت و توقیر کے لئے نیز اس کے حق میں دعاء مغفرت کرنے کیلئے ساری کائنات کو لگارکھا ہے اسی کے ساتھ میدان محشر میں اس کو ایسے انعامات سے سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جن کو سن کر فرشتے تک رشک کرتے ہیں ۔ انہی علمائے فحول میں ایک معتبر نام " علامہ ابن فورک" کا بھی ہے۔ علم الکلام کے بانی ائمہ میں سے ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری کے علمی مکتب فکر میں جن شخصیات نے مثالی شہرت حاصل کی اور ان کے علمی طرز کو پروان چڑھایا ، اُن میں ایک قابل ذکر اور بلند پایہ نام امام ابن فورک کا ہے۔ فقہ میں شافعی المسلک تھے اور علم کلام میں اشعری المسلک، اسی لیے شافعی اور اَشعری کہلاتے ہیں۔

**نام و نسب :**

آپ کا مکمل نام ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی ہے۔تاریخ اور سیر کی کتابوں میں سنہ ولادت کی کہیں کوئی تصریح نہیں ملتی، البتہ وفات کی نسبت سے اصفہانی اور اصبہانی نسبت سے مشہور ہیں۔ البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ عراق میں پیدا ہوئے۔ [[2]](#endnote-1)

**حصول علم اور علم کلام میں مشغولیت کا سبب:**

زیادہ عرصہ عراق میں مقیم رہ کر حصول علم میں مشغول رہے۔ فقہ کی تعلیم فقہائے شافعیہ سے حاصل کی، اور علم کلام کی تعلیم امام ابوالحسن اشعری کے نامور شاگرد امام ابولحسن الباہلیؒ سے حاصل کی۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ کے پاس حصول علم کے لیے جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی:

"الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض "[[3]](#endnote-2)

ترجمہ: حجر اَسودزمیں میں اللہ کا دائیاں ہاتھ ہے۔

میں نے اس فقیہ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا، اور وہ مجھے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ سکے، میں اسی پریشانی میں تھا کہ مجھے کسی نے ایک اور عالم کی طرف رہنمائی کہ ان سے اس بارے میں تحقیق کر لو، جب میں ان کی خدمت میں پہنچا توانہوں نے مجھے اس حدیث کے تسلی بخش جوابات سے سمجھادیااورچونکہ وہ عالم علم کلام کے ماہرتھے، تو میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے بھی اس علم کو حاصل کرنا چاہیے۔[[4]](#endnote-3)

امام ابوالحسن الباہلی سے استفادہ کرنے میں امام ابن فورک اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کے دو اور ساتھی بھی اس طلب علم میں شریک تھے اور حسن توفیق یہ ہے کہ پھر یہ تینوں ہی شاگرد علمی وتحقیقی اُفق پر ایک آفتاب بن کر چمکے۔ تینوں محقق مندرجہ ذیل ہیں:

* امام ابن فورک
* امام ابوبکر محمد بن طیب الباقلانی (متوفیٰ۴۰۳ھ)
* امام ابو اسحاق الاسفرائینی (متوفیٰ۴۱۸ھ) [[5]](#endnote-4)

آپ انتہائی نیک اور زاہد طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کے ہم درس امام ابوبکر الباقلانی اپنے زمانہ طلب علمی کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ: میں، ابواسحاق اسفرائینی اور ابوبکر بن فورک ایک ساتھ اپنے استاذ ابو الحسن الباہلی کے درس میں ہوتے تھے۔ استاذ جی ہمیں ہفتہ بھر میں بس ایک دن سبق پڑھایا کرتے تھے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہمارے اور اپنے بیچ ایک پردے کی اوٹ ڈال دیا کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اتنا مستغرق رہتے تھے کہ گویا مجنون ہوں یا ایک والہانہ عاشق، یہی وجہ تھی کہ انہیں خو د سے ہمارے سبق کی جگہ بھی یاد نہیں رہتی تھی، اور اکثر ہم ہی انہیں اپنے سبق کی جگہ کی یاددھانی کراتے تھے۔ ہم ان سے اکثر یہ پوچھتے تھے کہ آپ ہمیں سبق پڑھاتے وقت یہ پردے کی اوٹ کیوں کرادیتے ہیں؟ تو ایک مرتبہ انہوں نے جواب دیا کہ: تم لوگ باہر سے آتے ہو، اور باہر بازاروں میں موجود لوگوں کو دیکھ آتے ہو، جو کہ اہلِ غفلت ہیں، پس میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح تم مجھے بھی اسی نظر سے دیکھو گے جس طرح کہ تم ان اہل غفلت کو دیکھتے ہو۔ استاذ اس قدر اس معاملے میں محتاط تھے کہ اپنی باندی سے بھی اسی طرح کنارہ کش رہتے تھے۔ ہمارے استاذ فرمایا کرتے تھے کہ: میں تو شیخ ابو الحسن اشعری کے مقابلے میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ۔[[6]](#endnote-5)

علامہ تاج الدین السبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں اِمام ابوالحجاج یوسف بن دوناس المالکی الشہید سے آپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الامام الجلیل و الحبر الذی لایجاری فقہا و اصولا و کلاما و وعظا و نحوامع مہابۃ و جلالۃ و ورع بالغ، رفض الدنیا وراء ظہرہ و عامل اللہ فی سرہ و جہرہ و صمم علی دینہ"[[7]](#endnote-6)

ترجمہ:جلیل القدر امام، ایسے ماہر فن کہ علم فقہ، اصول فقہ، علم کلام ، علم نحو اور پندو موعظت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہیبت اور جلال کا مرقع اور تقویٰ کے اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ دنیا کو پس پشت ڈال چکے تھےظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہ گئے تھے اور اپنے دین پر مضبوطی سے قائم تھے۔

امام ابوبکر ابن فورک سے استفادہ کرنے والوں کی حتمی تعداد تو بہر حال معلوم نہیں ہوسکتی مگر آپ کے چند تلامذہ ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک شاگرد بھی آپ کی عظمت مقام کے اظہار کے لیے کافی تھا:

1. امام حاکم نیشاپوری جو کہ بلند پایہ محدث ہیں۔
2. امام ابوبکر بیہقی جو کہ بلند پایہ محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی، اصولی بھی اور متکلم بھی۔ علم حدیث میں سنن بیہقی آپ کی یادگار تالیف ہے تو علم عقائد میں الاسماء ا لصفات اور کتاب الاعتقاد آپ کی بہترین یادگار ہیں۔
3. امام ابو القاسم قُشَیری جو کہ بلند پایہ صوفی بھی تھے اور واعظ بھی، جلیل القدر مفسر بھی تھے اور بلند مرتبہ متکلم بھی۔ تصوف میں الرسالۃ القشیریہ بہترین یادگار ہے تو علم تفسیر میں لطائف الاشارات کا اہل سنت کے صوفیانہ انداز کی تفسیر میں بہترین نمونہ ہے۔ امام ذھبی نے انہیں "شیخ الاسلام" کے لقب سے یاد کیا ہے، اگرچہ اِمام ذھبی اپنے اسلوب فکر کیو جہ سے ان کے متکلمانہ طرز سے پوری طرح متفق بھی نہیں ہیں۔

**علم حدیث کا حصول :**

امام ابن فورک نے فقط علم فقہ و علم کلام کے حصول پر ہی توجہ نہ تھی بلکہ جیسے علامہ سبکی نے بتایا کہ آپ ایک جلیل الشان امام تھے اور کوئی علوم میں مہارت وامامت کے مرتبے پر فائز تھے۔ چنانچہ علم حدیث میں بھی آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے فقط دو واسطوں سے مسند ابوداؤد الطیالسی کا سماع و اجازت حاصل کی تھی۔ چنانچہ امام ابن کثیرالشافعیؒ طبقات الفقہاء الشافعیین میں آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"روی الحدیث عن: ابن جریر الاھوازی، و سمع مسند ابی داؤد الطیالسی من عبد اللہ بن جعفر الاصبہانی، عن یونس بن حبیب عنہ " [[8]](#endnote-7)

ترجمہ:موصوف ابن جریر الاھوازی سے علم حدیث کی روایت کی ہے اور مسند ابوداؤد طیالسی عبد اللہ بن جعفر سے سنی ہےانہوں نے یونس بن حبیب سے اور انہوں نے خود صاحب کتاب امام ابوداؤد الطیالسی سے اس کتاب کا سماع کیا ہے۔

قاضی شمس الدین ابن خلکان "وفیات "میں آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"ہو الأستاذ أبو بکر المتکلم الأصولی الأدیب النحوی الواعظ الأصبہانی، درس بالعراق مدۃ، ثم توجہ إلی الری، فسمعت بہ المبتدعۃ، فراسلہ أہل نیسابور، فورد علیہم، وینوا لہ بہا مدرسۃ، ودارا، وظہرت برکتہ علی المتفقہۃ، وبلغت مصنفاتہ قریبا من مائۃ مصنف، ودعی إلی مدینۃ غزنۃ، وجرت لہ بہا مناظرات، وکان شدید الرد علی ابن کرام، ثم عاد إلی نیسابور، فَسُمَّ فی الطریق، فمات بقرب بست، ونقل إلی نیسابور، ومشہدہ بالحیرۃ ظاہر یزار، ویستجاب الدعاء عندہ" [[9]](#endnote-8)

ترجمہ:استاذ ابوبکر ایک ماہر متکلم، ماہر اُصولی، ادیب ، نحوی اور بہترین واعظ ہیں۔ مدت تک ’’عراق‘‘ میں پڑھتے، پڑھاتے رہے۔ پھر ’’رے‘‘ کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو وہاں کے اہل بدعت (کرامیہ جو کہ عقائد کی کئی خرابیوں میں سے تجسیم کی خرابی میں بھی مبتلا تھے)نے آپ کے خلاف شور شرابا بپا کردیا، جب اہل نیشاپور کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے استاذ ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آجائیں۔ (اس وقت نیشاپور کے علمی حلقوں میں امام حاکم کا بھی خوب چرچا تھا )۔ چنانچہ ان کی درخواست پر نیشاپور چلے گئے، وہاں انہوں نے ان کے لیے ایک مدرسہ بھی تعمیر کرادیا اور رہائش کے لیے گھر بھی فراہم کر دیا، وہاں آپ کی برکات خوب ظاہر ہوئیں اور بہت سے ظاہری فقیہوں نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ کی تالیفات سو کے قریب ہیں۔ پھر آپ کو غزنی شہر کی طرف بلایا گیا، وہاں پھر کئی مناظرات ہوئے، کیوں کہ آپ کرامیہ کے بارے میں بہت سخت تھے ۔ پھر آپ دوبارہ نیشاپورکی طرف لوٹ رہے تھے کہ راستے میں آپ کو زہر کھلادیا گیا،جس کی وجہ سے ہرات کے قریب "بُست"نامی علاقے میں آپ کی وفات ہوگئی اور پھر آپ کے چاہنے والوں نے آپ کو وہاں سے نیشاپور کی طرف منتقل کردیا اور نیشاپور کے ایک علاقے ’’حیرہ‘‘ میں آپ کی تدفین کی گئی، جہاں آپ کا مزار سب سے عیاں اور زیارت گاہِ عام ہے اور وہاں قبولیتِ دعاء بھی مجرب ہے۔

ابن خلکان کا یہ بیان امام ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے اور امام ذھبی نے بھی اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی نے بھی اس بیان کو نقل کرنے کے بعد اس سے کوئی اختلاف یا اس پر کوئی تنقیدی نوٹ تحریر نہیں کیا۔ بلکہ امام ذھبی نے تو سیر اعلام النبلاء میں امام عبدالغافر الفارسی الشافعی کا یہ جملہ بھی بغیر نقد کے نقل کیا ہے:

"الاستاذ ابوبکر قبرہ بالحیرۃ یستسقی بہ" [[10]](#endnote-9)

ترجمہ:استاذ ابوبکر کی قبر حیرہ میں ہے ، ان کے طفیل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

**ابن فورک پر ایک آزمائش:**

متعدد سیرت نگاروں نے خصوصا علامہ ابن حزم ظاہری نے اس تہمت کو پورے یقین کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم دین بلکہ مسلمانوں کے ایک امام کے بارے میں اس تہمت کی حقیقت سامنے کر دی جائے تاکہ اس کی وجہ سے کوئی غلط فہمی یا بدگمانی میں مبتلا نہ ہوجائے۔

جب فرقہ کرامیہ کے لوگ استاذ ابن فورک کی علمی و تحقیقی حملوں کی تاب نہ لاسکے تو انہوں نے سلطان محمود بن سبگتگین والیٔ خراسان کو ان کے بارے میں جھوٹا الزام لگا کر برانگیختہ کیا۔ ان پر الزام یہ لگایا گیا کہ استاذ ابن فورک نبی کریمﷺ کی وفات کے بعد ان کی نبوت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ سلطان نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ پہلے تو اللہ کے رسول تھےمگر اب نہیں ہیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کے قتل کا حکم دیدیا اور پھر کسی نے ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی معافی کی سفارش کی تو سلطان نے معافی کے بجائے اتنی رعایت برتی کہ تلوار وغیرہ سے قتل کرنے کے بجائے انہیں زہر دلوا کر قتل کرادیا۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد امام ذھبی لکھتے ہیں:

"و فی الجملۃ : ابن فورک خیر من ابن حزم و اجل و احسن نحلۃ" [[11]](#endnote-10)

ترجمہ:خلاصہ کلام یہ کہ ابن فورک، ابن حزم سے زیادہ بھلائی والے، اور ان سے اچھی اور بزرگ تر نسبت والے ہیں۔

اس جملے سے بظاہریہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام ذھبی کو اس حکایت کے سچا ہونے کا یقین نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اس واقعے سے پہلے ایک جگہ ان کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلت: کان مع دینہ ساحب فلتۃ و بدعۃ " ایضا

میں کہتا ہوں کہ موصوف دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ بدعات اور لغزشوں سے بھی دوچار تھے۔

یہ تو تہمت کا بیان ہے جبکہ دیگر محققین نے اس کے بارے میں کیا تبصرہ کیا ہے؟ خود امام ذھبی امام ابن الصلاح کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"قال ابن الصلاح: لیس کما زعم بل ھو تشنیع علیہم اثارتہ الکرامیۃ فیما حکاہ القشیری" ایضا

ترجمہ:ابن الصلاح کہتے ہیں کہ اس واقعے کو جیسا گمان کر لیا گیا ہے درست نہیں ہے بلکہ یہ تو کرامیہ کا لگایا ہوا بہتان ہے جس کی انہوں نے تشہیر کردی ہے جیسا کہ قشیری نے اس کی وضاحت کی ہے۔

جبکہ امام ذھبی نے بذات خود استاذ ابن فورک کے بارے میں جو بدعت سے ملوث ہونے کی بات کی ہے اور اسی طرح ان پر رسول کریمﷺ کی رسالت و نبوت کے بارے میں جو تہمت لگائی گئی ہے تو ان دونوں باتوں پر علامہ تاج الدین السبکی جو کہ بذات خود امام ذھبی کے نامور اور معتبر شاگرد بھی ہیں اور خود کئی علوم و فنون میں بھی امام ہیں کا تبصرہ ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔ یہ تبصرہ ان کی کتاب طبقات الشافعیۃ الکبری میں امام ابن فورک کے مفصل تذکرے سے ماخوذ ہے۔ نبی کریمﷺ کی نبوت و رسالت سے متعلق بہتان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والذی لاح لنا من کلام المحررین لما ینقلون، الواعین لما یحفظون، الذین یتقون اللہ فیما یحکون، أنہ لما حضر بین یدیہ، وسألہ عن ذلک کذب الناقل، وقال: ما ہو معتقد الأشاعرۃ علی الإطلاق، أن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أبد الآباد علی الحقیقۃ لا المجاز، وأنہ کان نبیا وآدم بین الماء والطین، ولم تبرح نبوتہ باقیۃ، ولا تزال. وعند ذلک وضح للسلطان الأمر، وأمر بإعزازہ وإکرامہ، ورجوعہ إلی وطنہ.فلما أیست الکرامیۃ، وعلمت أن ما وشت بہ لم یتم، وأن حیلہا ومکایدہا قد وہت، عدلت إلی السعی فی موتہ، والراحۃ من تعبہ، فسلطوا علیہ من سمہ، فمضی حمیدا شہیدا. ہذا خلاصۃ المحنۃ " [[12]](#endnote-11)

ترجمہ:حکایات و واقعات میں تحقیق اور تقویٰ کا دامن تھامنے والے اہل علم کے بیان سے اس بارے میں جو کچھ ہمارے سامنے آیا وہ یہ ہے کہ جب استاذ ابن فورک سلطان محمود کے سامنے پیش ہوئے ، اور سلطان نے اُن سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے صاف جواب دیا کہ ہم اشاعرہ کا جو بے لاگ عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریمﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حقیقی رسول ہیں، محض مجازی رسول نہیں ہیں اور آپ تو اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، اور اب بھی ان کی نبوت باقی ہے اور باقی رہے گی۔ جب سلطان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہوگئی تو اس نے ان کے اعزاز و اکرام کا حکم دے کر انہیں واپس جانے کی اجازت دیدی۔ یہ صورت حال ان کرامیہ کے لیے کسی صورت قابل برداشت نہیں تھی، جو کہ ان کی توہین و تذلیل چاہتے تھے، اسی لیے انہوں نے ان سے جان چھڑانے کے لیے انہیں راستے میں زہر دِلوادیا۔ یہ اس پورے آزمائشی واقعے کا خلاصہ ہے۔

الغرض اگر یہ تہمت درست ہوتی تو استاذ ابن فورک کے نامور شاگرد مثلا امام ابوبکر بیہقی، اور امام قشیری وغیرہ سے ان کایہ عقیدہ ہرگز پوشیدہ نہ ہوتا اور پھر اہل سنت کے یہ نامور ائمہ ہر گز اس پر خاموش نہ رہتے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ یہ حضرات اس کی صراحتا نفی کر رہے ہیں۔ جس کی مزید تفصیل امام سبکی نے طبقات میں امام ابو الحسن اشعری کے تذکرے میں بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ذھبی نے ان پر صاحبِ لغزش اور صاحبِ بدعت ہونے کی بات کی ہے تو اس پر بھی علامہ سبکی کا تبصرہ قابل ملاحظہ ہے۔ دیکھئے:

"وأما قول شیخنا الذہبی: إنہ مع دینہ صاحب فلتۃ وبدعۃ، فکلام متہافت؛ فإنہ یشہد بالصلاح والدین لمن یقضی علیہ بالبدعۃ، ثم لیت شعری، ما الذی یعنی بالفلتۃ، إن کانت قیامہ فی الحق، کما نعتقد نحن فیہ فتلک من الدین، وإن کانت فی الباطل فہی تنافی الدین. وأما حکمہ بأن ابن فورک خیر من ابن حزم، فہذا التفضیل أمرہ إلی اللہ تعالی، ونقول لشیخنا: إن کنت تعتقد فیہ ما حکیت من انقطاع الرسالۃ، فلا خیر فیہ البتۃ، وإلا فلم لا نبہت علی أن ذلک مکذوب علیہ لئلا یغتر بہ"[[13]](#endnote-12)

"ہمارے شیخ ذھبی کا یہ کہنا کہ وہ دین دار ہونے کے ساتھ صاحب لغزش و صاحبِ بدعت بھی تھے، حقیقت سے گِری ہوئی بات ہے۔ کیوں کہ وہ جس کو بدعتی کہہ رہے ہیں اُسی کو صالح اور دین دار بھی کہہ رہے ہیں۔ پھر یہ بات میری سمجھ سے بالا تر ہے کہ " لغزش" سے ان کی مراد کیا ہے؟ کیا حق کی حمایت کے لیے کھڑا ہونا!! جیسا کہ ہم ان کے بارے میں یہ بات یقین سے جانتے ہیں تویہ بات تو خود دین داری کا ہی حصہ ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ وہ باطل کی حمایت کرتے تھے تو یہ چیز دین داری کے منافی ہے۔ پھر انہوں نے (شیخ ذھبی نے) ابن فور ک کے بارے میں جو یہ کہا کہ وہ ابن حزم سے بہتر ہیں تو یہ تفضیل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ البتہ ہم اپنے شیخ سے یہ ضرور کہتے ہیں کہ اگر آپ ابن حزم کی بیان کردہ حکایت (جس میں ابن فورک پر رسالت محمدی کے منقطع ہوجانے کی تہمت ہے) کو درست سمجھتے ہیں تو پھر بھلا ابن فورک میں کوئی خیر کہاں سے ہوسکتی ہے؟ (حالانکہ خود امام ذھبی نے انہیں"صالح آدمی"قرار دیا ہے اور اگر وہ اس حکایت کو جھوٹ سمجھتے تھے تو پھر انہوں نے اس کے جھوٹ ہونے پر تنبیہ کیوں نہیں کی؟ تاکہ کوئی اس سے دھوکہ میں نہ پڑ جائے۔

**ابن فورک کی تالیفات:**

ابن فورک کی سو کے قریب تالیفات ہیں جو مختلف اہم موضوعات سے متعلق ہیں۔مثلا علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، علم

اصول فقہ، علم المناظرہ وغیرہ۔ چند مشہور اور اہم ترین تالیفات کے نام درج ذیل ہیں:

1. تفسیر القرآن : جو کہ تفسیر ابن فورک کے نام سے مشہور ہے۔ امام ابوبکر ابن العربی نے اس تفسیر کو تحقیق ، نُدرت اور موضوع پر منحصر رہنے کے اعتبار سے "احسن التفاسیر" قرار دیا ہے۔
2. کتاب الحدود فی الاصول۔ یہ بیرت سے سنہ ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوچکی ہے۔
3. النظامی فی اصول الدین۔ یہ کتاب آپ نے نظام الملک کے لیے تالیف کی تھی۔
4. مشکل الحدیث و غریبہ۔ اس کتاب میں مشکل اور بظاہر متعارض احادیث کی تشریح و توجیہ کو محور بنایا گیا ہے۔
5. مشکل الآثار
6. دقائق الاسرار
7. طبقات المتکلمین
8. مجرد مقالات الشیخ ابی الحسن الاشعری۔ یہ آپ کی مشہور ترین تالیف ہے، اور مطبوع ہے۔ اس سے نہ صرف امام ابو الحسن اشعری کے نظریات کی توضیح ملتی ہے بلکہ خود استاذ ابن فورک کے مزاج و مذاق اور طرز و اسلوب اور ترجیحات کا بھی پتہ چلتا ہے۔
9. ابوبکر ابن فورک و آثارہ الاصولیہ۔ یہ کتاب دار النوادر (سوریا، لبنان، کویت)سے تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جس میں استاذ ابن فورک کے کئی اُصولی رسائل یکجا کیے گئے ہیں۔ ان میں سے اصول فقہ سے متعلق ایک رسالہ بندہ نے دیکھا ہے جو فقط گیارہ صفحات پر مشتمل ہے، مگر جامعیت اور انفرادیت کی شان لیے ہوئے ہے۔

**حوالہ جات**

1. **Lecturer,** Department of Islamic Studies, Mohi Ud Din Islamic University (AJK)

Email: drzee.miu@gmail.com [↑](#footnote-ref-1)
2. سبکی ، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین ، طبقات الشافعیہ الکبری، للطباعۃ والنشر والتوزیع الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۳۱ ھ، ۵/۱۵۵۔ [↑](#endnote-ref-1)
3. الدیملی فی الفردوس بمأثور الخطاب ، ۲؍۱۵۹، حدیث: ۲۸۰۷۔ [↑](#endnote-ref-2)
4. ابن فورک، ابو بکر محمد بن حسن اصبہانی، مشکل الحدیث وبیانہ، عالم الکتب، بیروت ۱۹۸۵،ص ۴۵۔ [↑](#endnote-ref-3)
5. کحالہ، عمر بن رضا دمشقی، معجم المولفین ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۹، ۹/۲۰۸۔ [↑](#endnote-ref-4)
6. الکتابی ، محمد بن شاکر بن احمد ، عیون التواریخ، ص:۳۲۰۔ [↑](#endnote-ref-5)
7. سبکی ، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین ، طبقات الشافعیہ الکبری، للطباعۃ والنشر والتوزیع الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۳۱ ھ، ۵/۱۵۹۔ [↑](#endnote-ref-6)
8. ابن کثیر، طبقات الفقہاء الشافعیین، دار القلم بیروت ۱۹۹۹، ۴/۲۳۵۔ [↑](#endnote-ref-7)
9. ابن خلقان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد، وفیات الاعیان ، دار صادر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۷۱، ۴/۲۷۲۔ [↑](#endnote-ref-8)
10. الذہبی، سیر اعلام النبلاء،مئوسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۰ ھ، ص ۲۱۵۔ [↑](#endnote-ref-9)
11. الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان،تاریخ الاسلام وذیلہ، دارالکتاب العربی، ۱۹۹۰، طبعۃ دار المغنی للنشر والتوزیع، ۶/۱۹۰۔ [↑](#endnote-ref-10)
12. السبکی، طبقات الشافعیہ الکبری، ص ۶۸۲۔ [↑](#endnote-ref-11)
13. ایضاً ، ص ۶۸۴۔ [↑](#endnote-ref-12)